قربانی کا جانور خریدنے کے بعد نقص / اجماع اور اجتہاد

سوال اگر کوئی شخص قربانی کے لئے جانور خریدے، جانور خریدنے کے بعد اُس کے اندر عیب پیدا ہو جائے مثلاً اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے یا کانا ہو جائے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے جانور نیا خریدنا چاہئے یا وہی جانور قربان کر دیا جائے۔ قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ کیا اہلحدیث اجماعِ اُمت اور اجتہادِ شرعی کے قائل ہیں۔ اجماع و اجتہاد کا حجت ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی گجرات)

الجواب یہ بات بالکل صحیح ہے کہ کانے یا لنگڑے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **((أربع لا تجوز في الأضاحي: العوراء بين عورها، والمريضة بين مرضها والعرجاء بين عرجها والكسير التي لا تنقى.))**
چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: واضح طور پر کانا، واضح طور پر بیمار، صاف طور پر لنگڑا اور اتنا کمزور جانور کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

(سنن ابی داود: ۲۸۰۲ وسندہ صحیح، وصححہ الترمذی: ۱۴۹۷ و ابن خزیمہ: ۲۹۱۲ و ابن حبان: ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، و ابن الجارود: ۴۸۱، ۹۰۷ والحاکم ۱/ ۴۶۷، ۴۶۸ ووافقہ الذہبی)

یہ اس حالت میں ہے جب قربانی کے لئے جانور خریدا جائے۔

اگر ان عیوب سے صاف ستھرا جانور برائے قربانی خریدا گیا ہو اور بعد میں اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’إن كان أصابها بعد ما اشتريتموها فأمضوها و إن كان أصابها قبل أن تشتروها فأبدلوها‘‘

اگر یہ نقص و عیب تمھارے خریدنے کے بعد واقع ہوا ہے تو اس کی قربانی کر لو اور اگر یہ نقص و

عیب تمھارے خریدنے سے پہلے واقع ہوا تھا تو اس جانور کو بدل لو یعنی دوسرے جانور کی قربانی کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۸۹ وسندہ صحیح)

اہلِ سنت کے مشہور ثقہ امام اور جلیل القدر تابعی امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا اشترى الرجل أضحية فمرضت عنده أو عرض لها مرض فهي جائزة "

اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خریدے پھر وہ اس کے پاس بیمار ہو جائے تو اس جانور کی قربانی جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۴/ ۳۸۶ ح ۸۱۶۱ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۸۱۹۲)

خلاصہ یہ کہ صورتِ مسئولہ میں قربانی والے جانور کی قربانی جائز ہے۔

الحمدللہ اہلِ حدیث اجماعِ امت کے حجت ہونے اور اجتہادِ شرعی کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((لا يجمع الله أمتي على ضلالة أبدًا ويدالله على الجماعة))** اللہ میری اُمت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت (یعنی اجماع) پر ہے۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۱۶ ح ۳۹۹ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے حاکم نیشا پوری نے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح رحمہ اللہ کی طرف لکھ کر بھیجا تھا: اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ ملے تو دیکھنا کہ کس بات پر لوگوں کا اجماع ہے پھر اسے لے لینا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۴۰ ح ۲۲۹۸۰ وسندہ صحیح، المختارۃ للضیاء المقدسی ۱/ ۲۳۸ ح ۱۳۴، سنن الدارمی: ۱۶۹، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷۴ ص ۴۸)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"ما رأى المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن وما رآه المسلمون سيئًا فهو عندالله سيئ ...."** تمام مسلمان جسے اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے تمام مسلمان بُرا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی بُرا ہے۔ (المستدرک للحاکم ۳/ ۷۸ ح ۴۴۶۵ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"أوصيك بتقوى اللّٰه ولزوم الجماعة فإن الله لم يكن ليجمع أمة محمد ﷺ على ضلالة "** میں تجھے اللہ

کے تقویٰ اور جماعت (اجماع) کے لازم پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (الفقیہ والمتفقہ للخطیب ۱/۱۶۷، وسندہ صحیح)

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب الرسالہ میں حجیتِ اجماع پر دلائل ذکر کئے ہیں۔ دیکھئے ص ۴۷۱۔۴۷۶ فقرہ: ۱۳۰۹ تا ۱۳۲۰

حافظ ابن حزم اندلسی اپنے غرائب وشذوذ کے باوجود اعلان فرماتے ہیں:

'' أن الإجماع من علماء أهل الإسلام حجة و حق مقطوع به في دين الله عزوجل '' علمائے اہلِ اسلام کا اجماع حجت اور اللہ کے دین میں قطعی حق ہے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام جلد اول حصہ چہارم ص ۵۲۵)

امام بخاری رحمہ اللہ کے مشہور ثقہ استاذ امام ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں:

'' إلا أن يوجد علمه في كتاب أو سنة أو إجماع ''

سوائے یہ کہ اس کا علم کتاب (قرآن) یا سنت (حدیث) یا اجماع میں پایا جائے۔

(کتاب الطہور للامام ابی عبید ص ۱۴۴، قبل ح ۳۳۵)

اس طرح کے بے شمار حوالے کتبِ حدیث وغیرہ میں مذکور ہیں۔ برصغیر کے اہلِ حدیث علماء بھی اجماع کو حجت تسلیم کرتے ہیں مثلاً سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ عبداللہ غازیپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب وسنت ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت وقیاس شرعی سے انکار ہے۔ کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں ان کا ماننا آ گیا''۔

(ابراء اہل الحدیث والقرآن باب: اہل حدیث کے اصول وعقائد ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث کے نزدیک ہر دور میں اُمتِ مسلمہ کا اجماع شرعی حجت ہے۔

اجتہاد کا جواز کئی احادیث سے ثابت ہے مثلاً نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو حکم دیا۔ ((لا يصلين أحد العصر إلا في بني قريظة))

بنو قریظہ کے پاس پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز کوئی نہ پڑھے۔

صحابہ کی ایک جماعت نے (اجتہاد کرتے ہوئے) راستے میں نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے بنو قریظہ جا کر ہی نماز پڑھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی بُرا نہیں کہا۔

(صحیح بخاری: ۹۴۶، صحیح مسلم: ۱۷۷۰)

معلوم ہوا کہ نص (واضح دلیل: قرآن، حدیث اور اجماع) نہ ہونے یا نص کے فہم میں اختلاف ہونے کی صورت میں اجتہاد جائز ہے لیکن یہ اجتہاد عارضی اور وقتی ہوتا ہے، اسے دائمی قانون کی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔

اجتہاد کی کئی اقسام ہیں مثلاً:

① آثارِ سلف صالحین کو ترجیح دینا

② اولیٰ کو اختیار کرنا

③ قیاس کرنا (نص کے مقابلے میں ہر قیاس مردود ہے۔)

④ مصالح مرسلہ کا خیال رکھنا وغیرہ

بعض اہلِ تقلید دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ادلۂ اربعہ چار ہیں یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد لیکن یہ لوگ صرف اپنے خود ساختہ اور مزعوم امام کا اجتہاد ہی حجت سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسرے تمام اماموں کے اجتہادات کو دیوار پر دے مارتے ہیں۔ مثلاً مدرسۂ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ایک اہلِ حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ سے کہا: ”دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں ان کا مقلد نہیں۔“ (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۲)

محمود حسن دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ”لیکن سوائے امام اور کسیکے قول سے ہمپر حجت قایم کرنا بعید از عقل ہے....“ (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ سطر نمبر ۱۹، ۲۰)

احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قولِ امام ہے۔''

(جاء الحق حصہ دوم ص ۹)

نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت واحادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔'' (جاء الحق حصہ دوم ص ۹۱)

اہلِ حدیث کے نزدیک اس طرح کی تنگ نظری اور تقلید باطل ہے بلکہ مسائل اجتہادیہ میں جمہور سلف صالحین کو ترجیح دیتے ہوئے اجتہاد جائز ہے اور جو شخص اجتہاد نہیں کرتا وہ بھی قابلِ ملامت نہیں ہے لیکن ہم تو واضح دلیل نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد اور اس کے جواز کے قائل ہیں [1]۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۹/ جون ۲۰۰۸ء) [فتاویٰ علمیہ ۱/۶۵۳]

[1] اسی مسئلہ کی مزید توضیح کے لیے دیکھئے یہی کتاب (ص ۱۰۲۔۱۰۳) [معاذ]